عصر حاضر میں قیدی خواتین کے حقوق وسزا کا اسلامی اور مغربی تصور

تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر فریدہ یوسف *

پروفیسر ڈاکٹر عبد القدوس صہیب *

Women prisoners remained as minorities in several countries and societies. The purpose of this study is to identify the problems that female prisoners are facing in Islamic and western societies. This is the reason that the construction of the prisons as well as their laws and rules have always been made by considering the male approach. Consequently female prisoners are facing difficulties all over the world. This research deals with the rules for the betterment of female prisoners, set according to both the Islamic law and the western law. The study states that according to the Sharia, women can be impriosned as a punshiment for their crimes with proper care of their needs. Including pakistan, globally female prisoners are still ignored. It is the state's responsibility to fulfill the basic human rights and the feminine needs of the female prisoners. Punishments of the female prisoners shoud be altered by other punishments. The study reveals the important issues of the female prisoners and suggests to solve their problems in the light ofQuran and Sunnah.

Key words: Female prisoners, Sharia, Western perspective, Human rights, Feminine needs.

عصر حاضر میں خواتین اسیران کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ کا تناسب مرد اسیران سے کہیں زیادہ ہے۔ آبادی میں اضافہ، خواتین کی ملازمت، منشیات کے پھیلاؤ اور تعلیم کی کمی کے علاوہ اس کا ایک بڑا سبب غربت بھی ہے۔ خواتین معمولی معاملات کے لئے جرمانہ یا ضمانتیں ادا کرنے سے قاصر ہونے کے سبب بڑی تعداد میں جیلوں میں آرہی ہیں۔ مگر ان کی ضروریات مرد اسیران سے یکسر مختلف ہیں۔ جسمانی، ذہنی اور عادات کے فرق کے علاوہ ان میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مردوں کے بر خلاف خواتین کے ساتھ بچوں کا معاملہ بھی متعلق ہوتا ہے۔ حاملہ اور مرضعہ خواتین کی خوراک کی ضروریات بھی مردوں سے مختلف ہیں۔

1۔ اسلامی تاریخ میں خواتین کے قید خانوں کا ارتقاء

اسلامی تاریخ میں کسی جرم کی سزا کے نفاذ تک کے عرصہ کے دوران محفوظ تحویل کے لئے خواتین کی قید

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

* چیئر مین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

کی مثالیں بہت کم ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد نبویؐ یا عہدِ خلافت راشدہ میں مردوں کی قید کی مثالیں بھی بہت کم ہیں۔ تاہم اسلامی فقہ یا دینِ اسلام کا ایک عام مزاج یہ ہے کہ اسلام صیغہءِ غالب سے خطاب کرتا ہے۔ اسلام بالعموم مردوں کو مخاطب بناتا ہے اور اس میں عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ اس انداز سے جو ہدایات مردوں کے لئے ہوتی ہیں، وہ عورتوں کے لئے بھی عام سمجھی جاتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ اگر کچھ ایسے احکام ہوں جن کا عام اطلاق نہ ہو سکتا ہو تو ان میں دونوں اصناف کے لئے علیحدہ علیحدہ ہدایات دے دی جاتی ہیں۔ سورۃ نساء میں عورتوں کے حوالہ سے بدکاری کے ارتکاب کے بارے میں ابتدائی حکم روک رکھنے کا نازل ہوا:

"وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا"

(النساء،25:4)

"تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو اور اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے"

درج بالا آیت میں بدکار عورتوں کے لئے ابتدائی حکم آیا کہ ان کو تا حکمِ ثانی قید رکھا جائے۔ اگرچہ اس کے بعد ان کے لئے مستقل حکم نازل ہو گیا۔ سورۃ نور میں ایک نیا حکم آیا۔ اکثر مفسرین نے یہی بات لکھی ہے کہ یہ ابتدائی حکم تھا جس کے لئے بعد کے سورۃ نور کے حکم اور رجم کی سزا کے ذریعہ تکمیلی حکم آیا۔ تاہم تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ

"وَهَذَا الْإِمْسَاكُ وَالْحَبْسُ فِي الْبُيُوتِ كَانَ فِي صَدْرِ الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يَكْثُرَ الْجُنَاةُ، فَلَمَّا كَثُرُوا وَخُشِيَ قُوَّتُهُمُ اتُّخِذَ لَهُمْ سِجْنٌ، قَالَهُ ابن العربي"[1]

یہ روک رکھنا اور گھروں میں قید کرنا مجرموں کی کثرت سے پہلے آغاز اسلام کا طریقہ تھا۔ جب مجرم کثیر ہو گئے اور ان کے طاقت پکڑنے کا خوف ہوا تو پھر ان کے لئے قید خانہ بنایا گیا۔ اور یہ ابن عربی (وفات، 453-468ھ کے دوران) نے کہا ہے۔

امام قرطبی کے بقول یہ قید کی ابتدائی شکل ہے۔ اسی مقام پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ علماءء اس بارے میں مختلف الرائے ہیں کہ یہ روک رکھنا بجائے خود حد تھا یا حد کے انتظار کے وقفہ کے لئے عارضی

لائحہ عمل تھا۔ ایک عام رائے یہی ہے کہ وہ عارضی لائحہ عمل تھا۔ جبکہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ وہ بجائے خود بھی ایک سزا ہے۔ امام قرطبی کے بقول حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ اور ابن زیدؒ کی رائے ہے کہ یہ مستقل سزا بھی تھی کیونکہ ان کو تاوقتِ موت نکاح کرنے سے روک دیا گیا اگر وہ اس کا تقاضا بھی کریں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حد سے بھی شدید سزا ہے، کیونکہ جاری رہنے والی سزا ہے۔ اگر چہ جمہور کا کہنا ہے کہ یہ سزا بعد میں جلد اور رجم کی سزا سے منسوخ ہو گئی۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے

" قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ "[2]

" حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو شرع کی باتیں، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے راہ نکالی، جب بکر زنا کرے بکر سے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لئے وطن سے باہر کر دو اور ثیب ثیب سے کرے تو سو کوڑے لگاؤ پھر پتھروں سے مار ڈالو"

زنا کی تفصیلی سزا کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے درج بالا حکم خواہ عارضی ہو، تو بھی سزا کی ایک قسم سے متعارف کراتا ہے جیسا کہ ابن عربی نے اور امام قرطبی نے وضاحت کی ہے۔ سورۃ نسا کے اس حکم کے علاوہ محدود مدت کی قید کا تذکرہ ایک حدیثِ مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون پر حد کے نفاذ کو وضعِ حمل تک اور پھر مدت رضاعت کی تکمیل تک مؤخر کیا۔ اس عرصہ میں ایک انصاری صحابی نے اس خاتون کی خبر گیری کی۔

آپ ﷺ کے قبیلہ ازد کی ایک مشہور شاخ غامد سے ایک عورت آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ پاک کر دیجئے مجھ کو۔ آپ ﷺ نے نظر انداز کیا۔ دوسرے دن اس نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھ کو کیوں لوٹاتے ہیں شاید آپ ایسے پھراتے ہیں جیسے ماعز کو پھرایا تھا قسم خدا کی میں تو حاملہ ہوں۔ (اب زنا میں کیا شک ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اگر تو نہیں لوٹتی (اور توبہ کر کے پاک نہیں ہونا چاہتی بلکہ دنیا کی سزا چاہتی ہے)تو بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ وہ پیدائش کے بعد آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ لوٹایا اور بچے کی رضاعت کی مدت کے تکمیل کے بعد آنے کو فرمایا(شافعی، احمد اور اسحٰقبن راہویہ(238-161ھ)کا یہی قول ہے کہ عورت کو رجم نہ کریں گے جب تک کہ پیدائش کے بعد بچے

کی رضاعت کا کوئی بندوبست نہ ہو۔ ورنہ مدت رضاعت کی تکمیل کا انتظار کریں گے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بچہ کی پیدائش کے بعد ہی رجم کریں گے) جب اس کا دودھ چھٹا تو وہ بچے کو ساتھ لے کر آئی اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ ﷺ نے وہ بچہ پرورش کے لیے ایک مسلمان کو دے دیا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس کے سینے تک گڑھا کھوڈا گیا اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا[3]۔

اس طویل حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ دو بار رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کو لوٹایا اور سزا نافذ نہ کی۔ ایک اور حدیث مبارکہ سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ اس عرصہ میں اس خاتون کی خبر گیری کی گئی[4]۔ گویا اس عرصہ میں وہ خاتون نگرانی میں رہیں۔ یہ نگرانی کا نظام قید کی ایک صورت تھا۔ تاہم اس طرز کی قید میں مردوں اور عورتوں کو علیحدہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا۔ جعرانہ کے سبایا کو کچھ وقت کے لیے باڑوں میں روکا۔ غزوہ بنو قریظہ کے مردوں کو ایک کنارے پر حضرت اسامہ بن زید کے گھر پر روکا تو عورتوں کو دوسرے کنارے پر نسیبہ بنت الحارث انصاریہ کے گھر میں محبوس رکھا [5]۔ غزوہ مریسع کے اسیر ان کو الگ الگ رکھا گیا۔ یہی روایت اسلامی عہد کی جیلوں میں رہی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں عورتوں کے لیے الگ جیل بنائی۔ تاہم حجاج بن یوسف سے جو یہ منسوب ہے کہ اس نے ایک مقام پر عورتوں اور مردوں کو اکٹھے قید کر دیا تو اس کو منکرات فاحش میں شمار کیا گیا۔ اس کی تنکیر کی گئی۔ بلکہ فقہاًنے یہ کہا کہ اگر عورت کے لیے کوئی الگ مقام قید نہ ہو تو اس کو کسی امینہ عورت کے پاس یا کسی امین خاندان کی زیر نگرانی محبوس کر دیا جائے مگر مردوں کے ساتھ قید نہ کیا جائے[6]۔

(ب) مغربی تاریخ میں عورتوں کی قید

دنیا بھر کے قوانینِ جیل خانہ جات میں قیدی خواتین کے لیے خصوصی دفعات موجود ہیں۔ پاکستان کے قانونِ جیل خانہ جات میں بھی خواتین کے متعلق کچھ دفعات درج ہیں۔ مگر تحقیق سے جو حقائق سامنے آئے ان کے حوالہ سے، نیز بین الاقوامی دفعات کے موازنہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قانون سازی ناکافی ہے۔ اس کے علاوہ جو مراعات قانون میں درج ہیں تمام جیلوں میں باوجوہ میسر نہیں ہیں۔ کیونکہ پاکستان کا نظام جیل خانہ جات برطانیہ کے جیل کے نظام کی طرز پر ہے لہٰذا جدید دنیا میں خواتین کی جیلوں کی ایک مختصر تاریخ کا جائزہ موضوع کے لیے معاون ثابت ہو گا۔ گزشتہ ادوار میں خواتین کے

حراست کے اداروں کو مردوں کے اداروں کی نسبت بہت کم اہمیت دی جاتی رہی۔ خواتین کے قید خانوں کی اصلاح کے پہلے دور میں (1790 تا 1870) زنانہ جیلیں بھی مردانہ جیلوں کی طرح تھیں۔ تاہم ان کو کم توجہ دی گئی۔ اس دور میں زنانہ جیل مردانہ جیل کے ملحقات کی طرح تھے۔ مگر خواتین کی قید مردوں سے نہ صرف مختلف بلکہ کئی اعتبار سے ان سے بدتر تھی۔ ان کے قید خانوں میں وسائل کی کمی، گنجائش سے زیادہ تعداد اور صحت وصفائی کی بدترین صورتحال تھی۔ جیسا کہ **Aubran** نے 1833 میں ایک رپورٹ پیش کی، اس نے کہا کہ مرد قیدی ہونا تو قابلِ برداشت ہے، مگر خاتون قیدی ہونا موت سے بدتر ہے [7]۔ پہلے دور میں زنانہ جیل خانوں کے حالات کے باعث بتدریج خواتین مردوں اور عورتوں کے درمیان رکھے جانے والے امتیازات سے آگاہ ہونا شروع ہوئیں۔ ابتدائی اور نصف انیسویں صدی تک عام رائے یہی تھی کہ مجرم خواتین مجرم مردوں سے زیادہ بدکردار اور سخت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ فرانسس لیبر نے 1838 میں لکھا کہ اگر ایک عورت جرم کرتی ہے تو وہ اپنی فطرت کے زیادہ خلاف چلتی ہے۔ لہٰذا وہ مرد سے زیادہ بدکردار ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو مرد مجرم سے زیادہ سخت سزا دی جائے [8]۔ کیونکہ عورتیں معاشرہ میں اخلاق کی طاقت سمجھی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر وہ بداخلاقی کریں گی تو وہ معاشرہ کی بنیاد اکھیڑ دیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں ارادتاً خواتین کے لیے کوئی اصلاحات ضروری نہیں سمجھی گئیں۔ یہ سمجھا جاتا کہ عورتوں کا عمومی رویہ عیاشی اور شہوت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بداخلاق، بدکردار، ضدی، کامچور اور نشئی بھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ مردوں کی نسبت قانون کی زد میں آنے کی زیادہ سزاوار ہیں۔ ان کے لئے سخت سزائیں تجویز کی جاتیں۔ مگر ان کے ساتھ جو رویہ رکھا گیا وہ بھی جنس پرستی پر مبنی تھا۔ 1826 میں ایک خاتون قیدی **(Rachel welch)** حاملہ ہوگئی۔ اور بچے کی پیدائش کے بعد ایک پولیس آفیسر کے کوڑے مارنے کی وجہ سے مرگئی۔ اس کوڑے مارنے کے واقعہ کی تحقیق ایک بہت بڑی جیوری نے کی۔ مگر اس جیوری نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی کہ ایک قیدی خاتون حاملہ کیسے ہوئی یا آبرن کی جیل میں قیدی خواتین کی حالت کیا ہے [9]۔ اس دور میں ہر جیل میں غیر قانونی بچوں کی پیدائش معمول کی بات تھی۔ اس کے باوجود کہ خواتین اسیر ان کی تعداد مرد اسیران کی نسبت بہت کم تھی۔ وہ مردانہ جیل کے ملحقہ سیلز میں گنجائش سے بہت زیادہ تعداد میں بند ہونے کے باوجود مرد قیدیوں اور انتظامیہ کے لئے گرم کپڑوں کی بنائی کی مشقت اور کھانا پکانے کی مشقت کرتی تھیں، مرد انتظامیہ ان کو انتہائی ناپسند کرتی تھی۔ اسکے علاوہ قیدی خواتین مردوں کی نسبت

پر امن ہوتی ہیں۔ وہ کبھی منظم بغاوت یا کسی مشقت سے انکار نہیں کرتیں، کبھی جیل سے نہیں بھاگتیں کبھی انتظامیہ کو نہیں دھمکاتیں۔ کبھی انتظامیہ نے کسی قیدی خاتون کو بغاوت کی وجہ سے کوئی سزا نہیں دی، جبکہ یہ سب باتیں مرد قیدیوں میں عام تھیں۔ اس سب کے باوجود محض قیدی خواتین کے رہائشی مسائل، ان کے حاملہ ہونے کے باعث ان کے مشقت سے بری ہو جانے اور ان کی اور بچے کی خوراک کے اضافی مصارف کے باعث انتظامیہ کا رویہ ان کے ساتھ امتیازی تھا [10]۔ اس دور میں قیدی خواتین کو جو سزائیں دی گئیں ان میں (Mount pleasant) جیل کی سزائیں زیادہ سخت تھیں جن میں مشکیں کسنا، مسلسل قیدِ تنہائی میں رکھنا، طویل دورانیہ تک بھوکا پیاسا رکھنا اور مسلسل پانی ڈالنا شامل ہیں۔[11]

ماونٹ پلیزنٹ جیل کی ایک (Matron(Eliza Farhan جو 1844-47 اس ادارے کی سپر وائزر رہی۔ اس نے اپنی ماتحت Georgina Broos کے ساتھ مل کر Custodial System کی کئی روایات کو توڑا۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر مجرموں کے اخلاقی جذبات کو ابھارا جائے تو ان کے مجرمانہ رجحانات کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے جیل میں تعلیمی پروگرام شروع کیا۔ قیدیوں کو سیل میں لے جانے کے لئے کتب دی جاتی تھیں۔ اس نے کچھ سخت ترین سزاؤں کو مسترد کر دیا۔ نیز جیل کے ماحول کی بے رحمی کو پھولوں، موسیقی اور بیرونی دنیا کے افراد کی اسیر ان سے ملاقاتوں کے ذریعے ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ Farnham کے دور میں اس علاقہ کی خواتین قیدیوں کی سزائے قید اس دور کے مردوں سے نرم رہی تاہم اس کو زیادہ عرصہ کام نہ کرنے دیا گیا۔ اس پر شدید تنقید کی جاتی رہی۔ جیل میں ناول کے مطالعہ کو غیر مذہبی قرار دیا گیا۔ نیز اس کی ناکامی کی ایک وجہ اس کی جیل کی آمدن کم ہونے کو بھی قرار دیا گیا اور اس کی یہ توضیح قبول نہ کی گئی کہ قیدی خواتین کو مرد قیدی کی نسبت مشقت کا کم معاوضہ دیا جاتا ہے۔ بہر حال اس پر اور اس کی اصلاحات پر شدید تنقید جاری رہی۔ اسکی اصلاحات دم توڑ گئیں۔ اس نے 1848 میں استعفیٰ دے دیا[12]۔ یہ صرف ایک جیل کا حوالہ ہے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ریفار میٹریز کا تصور قبول کر لیا گیا اور 1873 میں پہلی جداگانہ زنانہ جیل امریکہ میں بنی۔

(Farnham) کی طرح (Elizabeth Gurney Fry[13]) (1780-1845) نے جو کہ ایک (Quaker) فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ مذہبی اور غلامی کے مخالف ذہن رکھتی تھی۔ خواتین قیدیوں کی حالتِ زار کے بدلنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ اس نے (New Gate Gaol) کا چارج 1813

میں سنبھالا۔ پہلے خواتین کی لباس، رہائش اور مذہبی تعلیم پر توجہ دی۔ بتدریج اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس مقام پر خواتین کی علیحدہ جیل کی اجازت حاصل کی اور اسمیں اصلاحات کیں[14]۔ اس کے بعد)(Margate Fuller نے جو کہ (New York Tribune) کی ایڈیٹر تھی اور اس وقت کی فیمینسٹ کہی جا سکتی ہے۔ اس تحریک کو طاقت بخشی۔ ترقی دی۔ سابقہ نظریہ کو کہ عورت اگر گناہ میں گرے تو وہ مرد سے زیادہ بڑی گناہ گار اور ناقابل اصلاح ہوتی ہے، رد کر دیا۔ اس کے بجائے اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ عورتوں کے جرم اور گناہ کرنے کی وجوہات میں غربت، بے جوڑ شادیاں، بری وراثت، بچپن میں عدم توجہی اور غلط صحبت وغیرہ جیسے عوامل شامل ہیں اور یہ بد قسمتی عورتوں اور مردوں میں یکساں ہے[15]۔ لہٰذا عورت اپنے جرم کی تنہا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ معاشرہ بھی اس کے جرم میں شریک ہے۔

1890 میں عورتوں کے ناولسٹ گروپ نے یہ رائے اختیار کی کہ جرائم اور گناہ میں گھری ہوئی عورتوں کی مکمل بحالی ممکن ہے۔

ورلڈ پریزن اسوسی ایشن کی خواتین نے یہ رپورٹ پیش کی کہ اگر بد کردار مرد ہمارے معاشرہ میں گھوم پھر نہ رہے ہوں تو عورتیں ان کو تلاش کرنے کے لئے بدکردار نہیں بنیں گی [16]۔ نیز یہ کہ اگر ان کی نسائی بنیادوں پر تربیت کی جائے تو یہ مثبت کردار کی حامل بن سکتی ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے علیحدہ جیلیں بنائی جائیں۔ اس کے علاوہ الزبتھ فرائے اور دیگر نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ان جیلوں میں سٹاف بھی زنانہ رکھا جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کا مؤقف یہ تھا کہ مشترکہ جیلیں اور عدالتی نظام خواتین مجرموں کی اصلاح کی بجائے ان کی مجرمانہ ذہنیت میں اضافہ کا باعث ہے۔ جیسا کہ وہ مردوں کے جرائم کا ذمہ دار بھی عورتوں کو سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کو جائز سمجھتے تھے لہٰذا انیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں خواتین (Matrons) کا انتظام کیا جانے لگا۔ مصلحین نے اس بات کو نمایاں کیا کہ عورتوں کی گرفتاری انتہائی تذلیل کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (Elizabeth Chace[17]) اور Wisconsin Charities Board کی ممبران (WPA) اور (WCTU) کی ممبران نے اس بات پر احتجاج کیا کہ بدکرداری کے جرم میں مرد مجرم سے تو جرمانہ لے کر چھوڑ دیا گیا جبکہ خواتین کو گلیوں میں گھسیٹا جاتا قبل اس بات کے کہ ان پر جرم ثابت ہو۔ اور ان پر کھلی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کے بعد جیل میں اس وقت تک ڈال دیا جاتا، جب تک کہ اس کے ورثاء بھاری جرمانہ ادا کر کے اس کو رہا نہ کرا لیں۔ اس کے

علاوہ عدالتی عملہ اور ججز کا رویہ بھی ان کے ساتھ مرد مجرموں کی نسبت تذلیل اور سختی پر مبنی ہوتا۔ اس سب سے بدتر یہ کہ ان کے ساتھ جنسی زیادتی بھی کی جاتی۔ خواتین کی جسمانی تلاشی (Strip Search) مرد پولیس اہلکار لیتے اور اس کے علاوہ مرد اہلکاروں کے پاس ان کے سیل کی چابیاں ہوتیں۔ جہاں باقاعدہ زیادتی کی جاتی۔ ان مصلحین نے یہ دعوی کیا کہ جس بدکرداری کے جرم میں ان خواتین کو گرفتار کیا جاتا، اس کی قانونی کاروائی اور سزا کا عمل اس سے کہیں زیادہ بدکرداری پر مبنی ہوتا تھا۔ اسی طرح JeffersonvilleIndiana State Prison کے مقام پر ایک نوجوان قیدی نے انکشافات کئے کہ اس مقام پر خواتین قیدیوں کی حالت زار بیان کے قابل نہیں۔ قیدی خواتین جیل کے افسران اور گارڈز کی ہوس مٹانے کا ذریعہ ہیں۔ اس سے انکار کرنے والی قیدی خواتین کو اس وقت تک اذیتیں دی جاتی ہیں جب تک وہ اس بات پر رضامند نہ ہو جائیں۔ خواتین کے سیل کی چابیان مرد افسران کے پاس ہوتی ہیں۔ جبکہ زنانہ عملہ قیدی خواتین کو اس کام کے لئے مجبور کرنے کا کام کرتا ہے۔ اسی شخص نے (Charles[18]) اور (Rhoda coffin[19]) کو بھی 1868 میں جیل معائینہ کے دوران شکایت کی۔ ان دونوں کی رائے میں یہ جیل بدکاری کے ایک بہت بڑے اڈے کی مانند تھی[20]۔

اس سب کی وجہ سے ریفارمرز نے خواتین اسیران کی گرفتاری سے لے کر اصلاح تک کے تمام مراحل خواتین کے سپرد کرنے کی تحریک چلائی۔ انہوں نے کہا خاتون خواہ کتنی ہی بدکردار کیوں نہ ہو مرد افسران کو اس کے نزدیک جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ اگرچہ اس کی مخالفت بھی ہوئی۔ مرد افسران کی پریشانی کی وجہ یہ بھی تھی کہ خواتین افسران کو ان کے برابر تنخواہیں اور سہولیات دے دی جائیں گی۔ تاہم خواتین کے قیدخانوں کی اصلاح کے دوسرے دور میں 1870-1935 میں خواتین کی اصلاح کے لئے قابل ذکر کوششیں کی گئیں۔ اس مقصد کے لئے وومن ریفارمیٹریز بنائی گئیں۔ جہاں خواتین اسیران اپنی زنانہ ضروریات کے مطابق سہولیات حاصل کر سکیں۔ وومن ریفارمیٹریز کی بنیادی خصوصیات یہ تھیں کہ یہ مردوں کی جیل سے بالکل الگ ہوں اور یہ مکمل طور پر خواتین کے زیر انتظام ہو۔ ریفارمیٹریز میں اس بات پر توجہ دی گئی کہ مکمل طور پر زنانہ ماحول رکھا جائے اور مجرم خواتین کے لئے اصلاحی ماحول قائم کیا جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مجرم خواتین کی اس طرح سے تربیت کی جائے کہ وہ خدا کی طرف سے دیا گیا، یعنی بیوی، ماں اور بچوں کی تربیت کرنے والی خاتون کا کردار درست طور پر ادا کر سکے[21]۔ تاہم ریفارمیٹری موومنٹ کے پیش نظر خواتین کی جنس مختلف ہونے کے باعث ان کے لیے

الگ انتظام کا نظریہ کام کر رہا تھا۔ اس سے ان کی مراد جنسی برابری نہیں تھی۔ انیسویں صدی کے آغاز اور نصف میں خواتین کو نا قابل اصلاح سمجھ کر سخت سے سخت سزا دینے کے نظریات کام کر رہے تھے مگر اب دوسرا تصور ابھرا۔ لہٰذا ریفار میٹریز بنائی گئیں۔ تاہم ریفار میٹریز کا تصور کچھ امتیازات کے ساتھ تھا۔ کم عمر خواتین کو ریفار میٹریز میں رکھا گیا اور یہ خیال کیا گیا کہ بڑی عمر کی خواتین میں اصلاح کے امکانات نہیں ہوتے۔ امتیاز نسلی بنیادوں پر بھی کیا گیا جیسا کہ کالی نسل کی خواتین کو اس سہولت سے محروم رکھا گیا۔ 1890 تک اس طرح کے ادارے بن گئے جو مکمل طور پر خواتین کے زیر انتظام تھے۔ خواتین کے قید خانوں کی اصلاح کے اس دور سے فریڈ ہام نے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ اس سسٹم سے خواتین قیدیوں کی نسبت خواتین منتظمین نے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ اس سب کے باوجود ریفار میٹریز کے قوانین مرد قیدیوں کے قوانین سے سخت رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خواتین پر ان کی تربیت کی غرض سے مردوں سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا۔

سختی کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ مردوں کی جیل میں تین سال تک بالضرور جیل میں رہنے کی شرط نہیں تھی۔ جب کہ خواتین کو معمولی وجوہات پر بھی تین سال کے لیے ریفار میٹریز میں رہنا پڑتا تھا۔ آہستہ آہستہ ریفار میٹریز کی طرف توجہ کم ہوتی گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قانون دانوں کی توجہ جیلوں کے اصلاحی پہلو کی بجائے انتظامی پہلو کی طرف مبذول ہوتی گئی۔ اور 1935 تک ریفار میٹریز ماڈل کو بند کر دیا گیا۔ مگر اس سوال کا جواب نہیں مل سکا کہ ابتدائی اصلاحی جیلوں میں جن چیزوں کو مردوں کی اصلاح کے لئے موزوں سمجھا گیا ان کا نفاذ عورتوں کے لئے کیوں نہ کیا گیا۔ عورتوں پر سخت مشقت تو مردوں کی طرح لازم کی جاتی مگر اس کا معاوضہ نسبتاً کم دیا جاتا۔ تاہم عورتوں کو کوڑوں سے پیٹنے کا رواج نہیں رہا۔ بہر حال یہ نظام 1970 تک جاری رہا۔ جب کہ (Feminist Movement) نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ علیحدہ قید خانے تو ہوں مگر مساوات بھی ہو۔ اصلاحات کے تیسرے دور میں 1935 کے بعد custodial ریفار میٹریز اداروں کے امتزاج سے نیا تجربہ شروع ہوا۔ اس وقت سے تا حال زنانہ جیلیں اسی طرز پر اصلاحات جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود زنانہ جیلوں کو مردانہ جیلوں کا ایک چھوٹا نمونہ قرار نہیں دیا جا سکتا نا ہی یہ رائے اختیار کی جا سکتی ہے کہ زنانہ جیل کی تاریخ قید کی تصویر پیش کرنے سے غیر متعلق ہے۔ گزشتہ ادوار میں خواتین کی جیلوں کو اس خیال سے نظر انداز کیا گیا کہ خواتین کو خصوصی مراعات حاصل ہونے کے باعث یہ قید و بند کی سختیوں میں شامل نہیں۔ نیز ان کی

تعداد بھی مردوں سے کم رہی ہے۔ تاہم 1935 کے بعد یہ نظریہ بدل گیا۔ انیسویں صدی کے اختتام تک عورتوں کی قید میں اصلاحات کی تحریک جمود تک پہنچ چکی تھی۔ اس جمود کے پہلے مرحلہ میں تو نئے اداروں (ریفارمیٹریز) کا قیام بند ہوا۔ مصلحین نے اپنی اصلاحات میں اضافے کے بجائے کئے گئے اقدامات کا دفاع شروع کردیا۔ 1890 سے 1910 کے دوران تحریک کے اصل روح رواں (Abbey Hopper Gibson, Rhoda coffin, Elizabeth Buffon choice, Josephine Shaw Lowell) فوت ہوگئے۔ ان کے بعد تحریک کی ذمہ داری جن لوگوں نے سنبھالی انہوں نے تنخواہ دار ملازمین کی طرح کام کیا اور تحریک کے پیشرووں کی طرح رضاکارانہ جذبے سے کام نہ کیا۔ ایک عشرہ کے دوران تحریک میں ایک نئی روح پیدا ہوئی۔ مڈل کلاس کی خواتین میں سے مصلحین کی ایک جماعت تعلیمی اور پیشہ ورانہ بنیادوں پر اصلاح کے نقطہ نظر سے اس طرح طرف آئی۔ اس جماعت نے اپنے پیشرووں کے جنسی حوالہ سے مرد اور خواتین اسیر ان کے لئے مختلف ماحول اور کردار کی بنیاد پر مختلف قانون سازی کے نظریے کو قبول نہ کیا۔ گزشتہ دور کے مصلحین کے پیشِ نظر خواتین کے ایک زنانہ ادارے میں ان کی خلقی صفات کے اعتبار سے ان کی اصلاح کرنا تھا۔ اس مقصد کے پیش نظر اسیر ان کی مذہبی تربیت، اخلاقی اصلاح اور انہیں شادی اور بچوں کی پرورش اور تربیت کے قابل بنانا تھا۔ اس سوچ کے حامل مصلحیند راصل اس ماحول میں رضاکار کی حیثیت سے داخل ہوئے، پھر پیشہ ورانہ مصلحین بنے اور پھر معاشرتی حقوقِ نسواں کے علمبردار بنے۔ ان میں سے کچھ نے بالخصوص حقوقِ نسواں کی بات بھی کی۔ ان کے برعکس ترقی یافتہ دور کی خواتین کنواری یا طلاق یافتہ تھیں۔ ان کے بچے بھی گزشتہ دور کے لوگوں کے برعکس کم تھے، لیکن یہ گزشتہ دور کی مصلح خواتین سے زیادہ تعلیم یافتہ تھیں اور انہوں نے سیاسی اور معاشی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ تاہم ان خواتین نے قیدی خواتین کی نسائی حوالہ سے اصلاح و تربیت کو اپنا مقصد بنانے کے بجائے دیگر نظریات کو اہمیت دی۔ ان کی ترجیح اسیر ان کے اخلاقی معیار کو بلند کرنا نہ رہا بلکہ انہوں نے اسیر خواتین کو مختلف پیشہ ورانہ اور تحقیقی موضوعات کے مطالعہ کے لئے موزوں سمجھا۔ 1900 سے 1920 کے دوران زنانہ اور مردانہ جیلوں میں نئے تجربات کیے گئے۔ اب امتناعی نقطہ نظر سے ادارے بنائے گئے۔ یعنی مجرم کو مزید جرم کرنے سے روک جائے۔ نیز عارضی رہائی اور عورتوں اور بچوں کے لئے خصوصی عدالتیں بنائی گئیں۔ اس دوران کئی نئے نظریات زیر غور رہے۔ مثلاً جرم کا علاقائی نظریہ بھی زیر غور آیا۔

جرم کے جبلی اور وراثتی نظریئے کو بھی اہمیت حاصل ہوئی۔ لومبر وسو کے نظریات پر مزید بحثیں ہوئیں۔ (Frances Keller) (شکاگو یونیورسٹی) نے سیز رلومبر وسو کے اس نظریے کو غلط قرار دے دیا۔

لومبر وسو کے نظریہ کے زوال کے بعد امریکہ میں کند ذہنی اور معذوری، عصمت فراموشی اور خانہ بدوشی کو جرم کی عام وجوہات قرار دے دیا گیا۔ اکثر ماہرین سماجیات نے جرائم کی وجوہات کے حوالہ سے اسی نہج پر سوچنا شروع کر دیا۔ اس صورتحال میں (Frank Tanne Baum[22]) وہ شخص ہے جس نے یہ انکشاف کیا کہ موجودہ اندازِ فکر بھی لومبر وسو کے نظریہ کی تفصیل ہے۔ تاہم دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ نظریہ بھی زوال پذیر ہوا۔ (Kethrine Bement Davis[23]) جو کہ 1900 میں نیویارک کی ریفارمیٹری کی ہیڈ بنی اور پھر 1914 میں نیویارک میں (Commissioner of Corrections) بنی، اس نے خواتین کے جرائم اور ان کی وجوہات کے حوالہ سے کئی تحقیقات کیں جس میں عصمت فروشی کی کئی وجوہات سامنے آئیں۔ اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وراثت اور ماحول کا گہرا تعلق ہے نیز معاشرہ بھی جرائم کے لئے ذمہ دار ہے۔ کثرت آبادی، گھر اور باہر کے ماحول میں غلاظت، تعلیم کا ناقص معیار، غیر منصفانہ معاشی حالات اور اخلاق کا گراہوا معیار سب جرم کی وجوہات ہیں۔

ڈیوس کی طرز پر دیگر مفکرین نے بھی سوچا۔ اس کے بعد جرم اور معاش کے تعلق کے نظریہ پر توجہ مرکوز ہوگئی۔ (Charlotte Perkins Gilman[24]) اور (Emma Goldman[25]) نے یہ رائے دی کہ غیر منصفانہ معاشی نظام عورتوں کو عصمت فروشی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مخصوص مردانہ ملازمتوں میں عوتوں کے داخل ہو جانے کی وجہ سے بھی عورتوں کے جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ چند دیگر مفکرین نے یہ رائے دی کہ گھریلو عورتیں بھی بڑی تعداد میں جیلوں میں موجود ہیں۔ ترقی پذیر دور کی خواتین قانون دانوں نے گزشتہ دور کے نظام جیل خانہ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے خواتین کے معاشرتی حالات کو واضح کرتے ہوئے جرم کے ماحولیاتی نظریات کو سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے کی کوشش کی مگر خواتین کے جرم کرنے کی جنسی وجوہات کو واضح نہیں کیا۔ نیز انہوں نے جنسی بنیادوں پر خواتین کے لئے دورانِ قید و مشقت مخصوص ماحول اور سہولیات کا نظریہ رد کر دیا۔ جنسی مساوات مانگنے کے نظریہ کے تحت انہوں نے نا صرف جرم کے جبلی نظریئے کو معاشرتی نظریہ کی طرف منتقل کرنے میں مدد دی، بلکہ اس کے علاوہ انہوں نے خواتین کے جیلکے مقاصد کو بھی بدل دیا[26]۔

جیل کی تاریخ کے حوالے سے زیر حراست رکھنے کے مختلف اداروں کے متنوع اثرات موصول ہوتے رہے۔ (Akers[27]) نے 1977 میں اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ قید کے اداروں کے تنوع کا قیدیوں کے رویوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ 1969 میں (Tittle) اور 1976[28] (**Gary F** Jensen) نے کم ترین سکیورٹی کے اداروں کو استعمال کیا۔ 1972 میں Haffernan[29]) نے مکس سکیورٹی کی ایک ریفار میٹری کا مطالعہ کیا۔ (Kassebaum[30]) (David Andrew Ward) نے (**Felony** 1965 (offenders کے اداروں کو استعمال کیا۔ جبکہ کچھ دیگر نے مکسڈ کسٹڈی گریڈ کے اداروں کو اپنی تحقیق میں شامل کیا۔ تاہم بہت زیادہ سکیورٹی کے ادارے قیدیوں کے بجائے ریمانڈ والے محصورین کے لئے استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔

مردوں کی قید کے تحقیق ومطالعہ میں بالعموم ایک ہی طرح کے قید خانوں کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ (**Glaser**1965) کا کام ابتدائی تقابلی مطالعہ کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ قید خانوں کے انداز میں تنوع، قیدیوں کی خصوصات کے تنوع کی طرح قید خانوں کے تجزیے میں قابل ذکر اور قابل تنقید پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔ ان امتیازات پر مزید تنقید کی جاسکتی ہے [31]۔ خواتین کی مختلف ضروریات اور مسائل کے حوالہ سے جیلوں کی صورتحال پر غور کا عمل جاری ہے۔ 1980 میں اقوام متحدہ کی جرائم کے خاتمہ اور مجرموں کے ساتھ برتاؤ کی چھٹی کانگرس نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ خواتین کو نظر انداز کیا گیا ہے، یہ کہ خواتین کی ضروریات اور مسائل مرد اسیر ان سے مختلف ہیں اور یہ کہ ان پر بچوں کی ذمہ داریاں ہیں، ایک قرارداد خواتین کی خصوصی ضروریات کے حوالہ سے پاس کی گئی۔

2۔ خواتین کے سماجی کردار کے پیشِ نظر خواتین کی قید کے تقاضے

مشرق کی طرح مغرب میں بھی خواتین کا دائرہ کار مردوں سے کچھ معاملات میں مختلف ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ بچوں کا معاملہ ہے۔ عورتوں پر بچوں کے مختلف معاملات کا انحصار ہوتا ہے۔ لہٰذا مردوں کی نسبت عورتوں کی قید سے ان کی اپنی زندگی کے علاوہ دیگر افرادِ معاشرہ زندگیاں زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (QuakerUnited **Nations Office** Geneva) نے 2003 میں قیدی عورتوں کی حالت، ان کی جیلوں میں بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کے مسائل پر تحقیق شروع کی۔ اس تنظیم نے (QUNO) نے 2004 میں ایک عارضی تحقیق (**Women in Prison**

and Children of Imprisoned Mothers) کے نام سے جاری کی۔ اس تحقیق میں انہوں نے یہ بتایا کہ قیدی ماؤں کو مختلف طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ یہ مسائل کسی خاص خطے یا علاقہ اور ملک تک محدود نہیں نہ ہی پسماندہ یا ترقی یافتہ ممالک تک محدود ہیں۔ بلکہ یہ پوری دنیا کی قیدی خواتین کے مسائل ہیں۔ پوری دنیا میں قیدی مردوں کو قیدی خواتین پر ترجیح دی جاتی ہے وغیرہ۔ مارچ 2005 میں (QUNO) نے ایک اور پیپر شائع کیا جس کا عنوان Babies and Small Children Residing in prison تھا۔ اسی طرح اپریل 2006 میں اسی تنظیم کے علاوہ اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی اس مسئلے پر توجہ دی۔ جبکہ فروری 2007 میں اس تنظیم نے (Pre-Trail Detention) کے قیدی خواتین اور ان کے بچوں پر ہونے والے اثرات اور مضمرات کے حوالہ سے ایک تحقیق شائع کی۔ جبکہ 2008 میں ایک اور تحقیق شائع کی جس میں والدین کی قید کے بچوں پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا [32]۔ اس تحقیق میں یہ رائے اختیار کی گئی کہ خواتین کے مخصوص سماجی کردار کی وجہ سے قیدی خواتین کی بحالی نہایت ضروری ہے۔ خواتین کی قید سے پورا خاندان کسی مرد کی قید سے نسبتاً زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ چونکہ بہت سی خواتین اپنے خاندان کی واحد کفیل بھی ہوتی ہیں۔ ان پر خاندان کی ذمہ داری عائد ہونے کی وجہ سے دوران قید ان کی تعلیم وتربیت، ان کو مختلف ہنر سکھانے کا انتظام اور مشقت کا مناسب معاوضہ دینا نا صرف ضروری ہے بلکہ مرد قیدیوں سے زیادہ اہم ہے۔

اقوام متحدہ کے کم از کم معیار کی رو سے قیدیوں کی عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچانے کی ہدایت ہے۔ اس قرارداد میں تاکید کی گئی ہے کہ قیدیوں کو بلاوجہ ذہنی وجسمانی دباؤ میں مبتلا نہ کیا جائے۔ جیلوں کو بحالی اور اصلاح پر مبنی ادارے کا کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ کسی قیدی کو معاشرہ کے ایک فعال اور ذمہ دار فرد کی حیثیت سے معاشرہ میں واپس بھیج سکیں۔ جیلوں کی ترجیحات میں قیدیوں کے مختلف گروہوں کا تحفظ بھی شامل ہے تاہم قابل ترجیح یہ امر ہے کہ معاشرہ میں احساس ذمہ داری اور جرم سے اجتناب کا عمومی رویہ پیدا کیا جائے۔ اس حوالہ سے یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت اور نجی ادارے اس طرح کا ماحول قائم کریں۔ نیز ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو رہائی کے بعد قیدی کی بحالی کے لئے کام کریں اور اس کو معاشرہ میں بحالی کے لئے ضروری امداد فراہم کریں۔[33]

سزائے قید کے مقاصد کے حصول کے لئے اقوام متحدہ کی درج بالا ہدایات پر عمل ضروری ہے۔ سزائے قید فرد کو مزید جرم کرنے سے روکنے اور جرم کے منفی اثرات سے بچانے، افراد یا معاشرہ کے نقصان کی ممکن حد تک تلافی کرانے، معاشرہ کو اس کے مزید جرم کے نقصانات سے بچانے اور قیدیوں کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے کے مضر اثرات سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے دی جاسکتی ہے۔ یہ مقاصد اس صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں جب کہ دورانِ قید مجرم کی ایسی تربیت کر دی جائے کہ وہ رہائی کے بعد اپنی آزاد مرضی اور آمادگی سے معاشرہ میں قانون کی پابندی کرتے ہوئے اپنے فرائض انجام دے سکے۔ اس مقصد کے لئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ دوران قید مجرم کو تعلیم کے حصول کے ذریعے مثبت سوچ کی طرف راغب کیا جائے، جسمانی کام کی عادت ڈالی جائے تاکہ رہائی کے بعد بھی معاشرہ پر بوجھ نہ بنے اور ذہنی تربیت کا ماحول فراہم کیا جائے، تاکہ آئندہ اس کی طبیعت میں جرائم سے نفرت پیدا ہو۔ اس طرح کی تجاویز مختلف طرح کے قوانین اور ہدایات میں دی جاتی رہی ہیں۔ امریکہ کی ایک قرارداد میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ممبر ریاستیں اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہر طرح کے امتیاز کے بغیر ہر شخص کو یہ سب سہولیات میسر ہونی چاہئیں [34]۔ اس ریزولیوشن میں قیدیوں کے لئے مشقت اور اس کی مزدوری میں بھی امتیازات کے خاتمہ کرنے کی ہدایت ہے۔ نیز اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خواتین کی متنوع معاشرتی ذمہ داریوں کے مطابق ان کے لئے دوران قید مناسب ماحول مہیا کیا جائے تاکہ رہائی کے بعد وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہوسکیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اپنی رپورٹ میں بتایا خواتین اسیران کو وہ سب مسائل تو ہوتے ہیں جو مرد اسیران کو ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں بحثیتِ خاتون مزید مسائل کا بھی سامنا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود خواتین کی قبل از فیصلہ گرفتاری جاری ہے۔ 2010 میں پنجاب کی 671 اسیر خواتین میں سے 427 قبل از فیصلہ گرفتار تھیں [35]۔ کمیشن کی سالانہ رپورٹوں میں ہر سال اسی طرح کے اعداد و شمار دیکھے جاسکتے ہیں۔

حاملہ اور مرضعہ خواتین کے خصوصی حقوق

شریعت میں حاملہ اور مرضعہ خواتین کے لئے بالخصوص کئی رعایتیں رکھی گئی ہیں۔ ایسی رعایتیں سزا کے نفاذ کے دوران بھی رکھی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ پر سزا کا نفاذ مدت رضاعت کی تکمیل

کے بعد کیا۔ یہ چونکہ انتہائی سزا کا معاملہ ہے جس میں حق اللہ کی وجہ سے سزا کے ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے اس لئے اس کو مؤخر کیا۔ ایک لونڈی پر کوڑوں کی سزا کے نفاذ کو بوجہ نفاس مؤخر کیا۔

"وَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا»، فَأَتَيْتُهَا فَإِذَا هِيَ حَدِيثَةُ عَهْدٍ بِنفَاسٍ، فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا، أَوْ قَالَ: تَمُوتَ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَأَحْسَنْتَ"[36]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو لونڈی پر حد نافذ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ میں اس پر حد نافذ کرکے اس کو قتل نہ کر بیٹھوں یا یہ کہ وہ اس سزا سے مر نہ جائے۔ میں رسول اللہؐ کے پاس آیا اور ان سے اس معاملہ کا تذکرہ کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے (اس کی حالت کو میرے علم میں لا کے اور سزا کے معاملہ کو مؤخر کرکے) اچھا کیا جبکہ سنن ابو داؤد کی حدیث میں یہ اضافہ ہے" دعها حتى ينقطع دمها، ثم أقم عليها الحد"[37]

" آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا خون رک جائے۔ اس کے بعد اس کو حد لگانا"

درج بالا احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں خواتین کو رعایات دی جاسکتی ہیں۔ جس جرم کی سزا موت سے کم ہے اسکے بارے میں قاضی یا حاکم کے پاس اختیارات ہیں۔ اگرچہ قاضی یا حاکم حدود کو معطل نہیں کر سکتا تاہم جرم کی کیفیت، نوعیت، جرم کے اسباب اور مجرم کے احساسِ جرم وغیرہ عوامل کی موجودگی میں مجرم پر سزا کے نفاذ کی کیفیت، موقع اور وقت میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو تیسری بار چوری کرنے والے پر حد سرقہ کے نفاذ سے منع کیا اور فرمایا آپ صرف اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ سکتے ہیں اور اس کو قید کی سزا دی۔

ناصرف خواتین بلکہ بیمار پر بھی سزا کے نفاذ میں رسول اللہ نے نرمی کا معاملہ فرمایا۔ سعید بن سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ محلہ کے ایک شخص کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ شخص نہایت ہی کمزور اور بیمار تھا۔ اس نے سعدؓ کی لونڈی سے زنا کیا تھا۔ نبی ﷺ نے سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ مگر اس کے نہایت ضعیف ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ اس کو مارنے کے لئے کھجور کی ایک ٹہنی لو جس میں چھوٹی چھوٹی سو ٹہنیاں ہوں اور اس ٹہنی کو اس طرح ایکدفعہ مارو کہ ساری ٹہنیاں اس کے جسم پر لگیں[38]۔ مریض پر سزا کے نفاذ میں رسول اللہؐ نے اس قدر نرمی فرمائی۔ اس معاملہ میں شریعت نہایت

محتاط ہے۔یعنی حد کے نفاذ کی صورتحال اور کیفیت کے معاملہ میں حکومت کو اختیارات حاصل ہیں۔ حاملہ و مرضعہ خواتین بھی مریض کے حکم میں ہیں۔ان کے لئے خصوصی قانون سازی کی ضرورت ہے۔

"ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ، مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِذَا وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الْإِمَامَ إِذَا أَخْطَأَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ"[39]

مسلمانوں سے بقدرِ استطاعت حدود کو دور کرو(یعنی جہاں تک ہو سکے) پھر اگر اس کی رہائی کی کوئی صورت نظر آئے تو اسے رہا کر دو۔کیونکہ امام کا معاف کر دینے میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں سے جس حد تک تم استطاعت رکھو حدود کو دور ہٹاؤ۔جب تم کسی مسلمان کے لئے کوئی راستہ بچ جانے کا پاؤ تو اس کو جانے دو، کیونکہ امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔ایک اور جگہ حدود کے معاملے میں احتیاط اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا جہاں تک حد لگانے سے بچاؤ کی گنجائش ملے۔حد رفع کرو [40]۔اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حدود کو شبہات سے دور ہٹاو [41] حدود کے نفاذ کو روکنے کے لئے جو وجوہات بتائی گئی ہیں ان میں ایک توبہ ہے۔حضور ﷺ نے ماعز کے معاملہ میں توبہ کا تذکرہ کیا۔جب کہ لوگ ان کو رجم کر رہے تھے اور وہ بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے ۔لوگوں نے ان کو رسول اللہ کے پاس نہ آنے دیا۔جب رسول اللہآپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو میرے پاس کیوں نہ آنے دیا شاید کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ اس کو معاف کر دیتا۔ " هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ"[42] ایک اور روایت میں مزید الفاظ ہیں، جن کا مطلب ہے کہ تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا، شاید کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا"[43] اقراری جرم میں توبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔نیز حاکم تک معاملہ کے آنے سے پہلے لوگ آپس میں بھی صلح سے حد کے نفاذ کو روک سکتے ہیں۔اس کے علاوہ گواہوں کے فسق سے بھی حد کا نفاذ رک جاتا ہے۔گواہوں کے بیانات میں فرق سے حد ساقط ہو جاتی ہے [44]۔انتہائی سزاؤں میں حدود کے سقوط کی صورتوں سے خواتین کی سزا میں بچوں کی کفالت کے حوالہ سے غور و فکر کے ذریعے نئی راہیں نکالی جا سکتی ہیں۔نیز انتہائی سزاؤں کے علاوہ دیگر تعزیری جرائم میں تو عدالت کے پاس وسیع اختیار ہے کہ وہ حالات کی مناسبت سے سزا کی مقدار یا نوعیت تبدیل کر سکتی ہے۔حاملہ اور مرضعہ خواتین کو بہر حال خوراک اور آرام اور صحت کی سہولیات کی ضرورت ہوتی ہے۔قرآن پاک میں ایسی صورتحال میں جب

کہ شوہر یا اس کے نائبین عورت پر خرچ کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، اگر وہ حاملہ ہو تو وہ تو انہیں عورت پر خرچ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

"وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق، 6:65)

"اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے" یعنی کہ اب عورت پر خرچ بچے کی خاطر ہو گا۔ اس خرچ کا بچے کو فائدہ ہو گا۔ حاملہ خاتون اگر مجرم بھی ہو تو اس کا آنے والا بچہ مجرم نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی ایسی صورتحال مسلط نہیں کی جا سکتی جس سے آنے والے بچے کو کوئی نقصان پہنچے۔ مالکی فقہ میں بچے کے تحفظ کی خاطر وضاحت سے درج ہے کہ اگر وہ عورت نشوز کی مرتکب بھی ہو اور بائنہ بھی ہو تو حمل کی وجہ سے اس کو تمام سہولیات مہیا کی جائیں۔

"(وَلَهَا) أَيْ النَّاشِزِ أَوْ الْبَائِنِ (نَفَقَةُ الْحَمْلِ وَالْكِسْوَةِ) بِتَمَامِهَا مَعَ النَّفَقَةِ"[45]

اور اس کے لئے خواہ وہ ناشزہ ہو یا بائنہ ہو حمل کا خرچہ اور لباس وغیرہ کا خرچہ اس کے نفقہ میں شامل کیا جائے گا۔

اس حوالہ سے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کو خوراک اور علاج سے متعلق ایسی مراعات دی جائیں جو ان کے حمل اور زچگی نیز رضاعت کی ضروریات کی تکمیل کریں۔ ایسی خواتین کی رہائش کی ضرو یا تبھی ورزش وغیرہ کے حوالہ سے دیگر قیدیوں سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے بعض خواتین ایسی بھی ہو سکتی ہیں جن کو ان کی اور ان کے جنین یا بچے کی صحت کی حفاظت کی خاطر خوراک و رہائش اور ورزش کی ہدایات دینے کی ضرورت ہو۔ بعض ممالک میں ایسی خواتین کو باقی قیدیوں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ مگر یہ چیز ان کے لئے بجائے فائدے کے قید تنہائی کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ نیز اس وجہ سے وہ ان تمام سہولیات سے بھی محروم ہو جاتیں ہیں جو عام قیدیوں کو میسر ہوتی ہیں۔

نیز اس طرح وہ تنہائی کی وجہ سے ڈیپریشن اور دیگر کئی مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں اور اس وجہ سے حمل ساقط بھی ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو ذمہ داران (جیل انتظامیہ) کو اس اسقاطِ حمل کی دیت دینا ہو گی کیونکہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں حمل ساقط ہونے پر دیت دلوائی گئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی ھذیل کی دو عورتیں لڑیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر مارا۔ جس سے وہ عورت اپنے بچے سمیت مر گئی۔ اس کے رشتہ دار مقدمہ آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہو گی، عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کے رشتہ دار یعنی عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا[46]۔

یعنی دوران قید کسی وجہ سے حاملہ کے حمل ضائع ہونے کی ذمہ داری جیل انتظامیہ پر بھی عائد ہو سکتی ہے۔ نیز اس کے علاوہ یہ دیکھا گیا ہے کہ قانون میں شیر خوار بچوں کو ماؤں کے ساتھ رہنے کی اجازت ہونے کے باوجود ان مقامات پر جہاں مستقل زنانہ جیلیں نہیں ہیں اور خواتین مردانہ جیلوں کے ایک وارڈ میں رہتی ہیں یا صرف انڈر ٹرائل خواتین رہتی ہیں وہاں پر اضافی ذمہ داری سے بچنے کی خاطر جیل انتظامیہ بزور اسیر خواتین کو اپنے ساتھ شیر خوار بچے رکھنے سے منع کر دیتی ہے۔ لیکن اس بات کو شریعت میں ناپسند کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں رضاعت کی آیات پیچھے گزر چکی ہیں اس کے حوالہ سے شیخ رشید رضا نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ماں کا دودھ ہے۔ نیز یہ بچے کے جسم کے علاوہ اس کی روح اور اس کے احساسات کی بھی پرورش کرتا ہے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ بچے کی اس طرح پرورش ہو اور مغرب میں بھی یہ بات میڈیکل سائنس کے حوالہ سے ثابت شدہ ہے [47]۔ لہٰذا س سے بزور روکنے کا کوئی جواز نہیں۔ پاکستان کے قانون جیل خانہ جات میں حاملہ خاتون کے حوالےسے درج ہے کہ حمل کی ابتدائی حالت میں ہی انسپیکٹر جنرل کو اطلاع دی جائے تا کہ اس کی سزا میں تخفیف، تبدیلی یا معافی کے بارے میں غور کیا جاسکے نیز طبی معالج اس کی صورتحال کی درست نشاندہی کرے۔[48]

حمل کی بنیاد پر خاتون اسیر کے لئے رہائی پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ لیکن اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر حاملہ خاتون کو بچہ کی پیدائش اور سال کی عمر ہو جانے تک جیل مینول میں طے کردہ خوراک کے علاوہ اضافی خوراک جیل کی ڈاکٹر کی تجویز پر دی جائے گی [49]۔ پی پی آر میں اس بات کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے کہ بچے کی پیدائش جیل میں ہو۔ تاہم اگر باہر کے ہسپتال میں ممکن نہ ہو تو اس بچے کے برتھ سرٹیفکیٹ میں اس بات کے اظہار کی ممانعت ہے۔ اگر زچگی کے لیے باہر بھیجنا ناممکن ہو، تو خاتون ڈاکٹر، بچہ کے لیے نرسری اور عملہ مہیا کیا جائے۔ اس طرح کی خواتین کی قید کے مقام کا بھی جائزہ لیا جائے۔ اگر جیل میں داکٹر یا نرس تعینات ہوں تو شہر سے معائنہ کے لیے آئیں۔ اس طرح کی ڈاکٹرز یا مڈوائیفز کو جیل میں اس مقصد سے آنے کا کوئی معاوضہ نہ دیا جائے گا، تاہم ان کو جیل میں آنے اور جانے کا سفر خرچ دیا جائے گا[50]۔ اسی طرح رول نمبر 324 میں انڈر ٹرائل خواتین اسیر ان کے لئے بھی حمل کی بنیاد پر ضمانت کی

سفارش ہے۔ قانون نمبر 325 میں جیل میں پیدائش ہونے کی صورت میں اس کی اطلاع میونسپل کمیٹی کو بھیجنے کی ہدایت ہے۔ جیلوں میں حاملہ اور مرضعہ خواتین کی مطلوبہ سہولیات بالعموم میسر نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں پر ماں کی صحت اور حتیٰ کہ ماں اور ہونے والے بچے کی زندگی داؤ پر ہوتی ہے۔ جرم یا الزام سے متعلق معاشرتی اور خاندانی مسائل اور جیل کی زندگی کی مشکلات نیز عزت نفس کے مجروح ہونے کی وجہ سے شدید ذہنی دباؤ ماں اور بچے کو شدید نقصان پہنچاتا ہے۔ اگرچہ قوانین میں بہت سی مراعات کا ذکر ہے۔ اقوام متحدہ کے اقل ترین معیار میں درج ہے؛ خواتین کے (حراستی) اداروں میں قبل از ولادت اور بعد از ولادت نگہداشت کے لیے خصوصی اقدامات اور انتظامات ہونے چاہیں۔ جہاں تک ممکنہو اس بات کے لیے انتظامات کو ممکن بنایا جائے کہ بچے کی ولادت حراستی ادارے کے بجائے ہسپتال میں ہو۔ پیدائش جیل میں ہوئی ہو تو یہ بات اس کے پیدائشی سرٹیفکیٹ میں درج نہ کی جائے۔ جہاں چھوٹے بچوں کو ماؤں کے ساتھ جیلوں میں رہنے کی اجازت ہے وہاں پر نرسری کے عملے یا اس کے تربیت یافتہ فرد اور نرسری کی طرز کے مقام کی فراہمی یقینی بنائی جائے جہاں پر بچوں کو ماوں کی عدم موجودگی کے وقت رکھا جاسکے۔[51]

اس ہدایت میں وضاحت سے درج ہے کہ حاملہ خواتین کو قبل از پیدائش و بعد کی ضروریات کے حوالہ سے سہولیات دی جائیں اور علاج کیا جائے۔ نیز جیل میں پیدائش کی سخت حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ بعض ممالک میں قیدی خاتون کو بچہ کی پیدائش کے لئے جیل سے باہر کسی ہسپتال میں بھیجتے وقت بھی بیڑی اور ہتھکڑی میں رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ امریکہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس مہذب دنیا میں آج امریکہ ایسا ملک ہے جہاں پر خواتین کو لیبر روم میں بھی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں بھیجا جاتا ہے۔ 2007 میں **Cook County jail Illinois** میں ایک سترہ سالہ لڑکی کو آٹھ ماہ کے حمل کی حالت میں بھیجا گیا۔ جیل میں اس کے طبی معائنہ سے معلوم ہوا کہ بچے کی دھڑکن نہیں ہے۔ اسے اس حال میں مقامی ہسپتال بھیجا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں بیڈ کی دونوں سائڈوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ تین دن کے بعد جب پیدائش کا وقت بالکل آگیا تو ایک ہاتھ اور ایک پاؤں آزاد کیا گیا۔ اس تذلیل اور تکلیف کے باعث اس کے ہاں مردہ بچے کی پیدائش ہوئی۔ اس نے رہائی کے بعد اس جیل پر دعویٰ دائر کیا اور اس کو جرمانہ ادا کیا گیا[52]۔

جینفر فارر نے اپنی بیٹی کو امریکہ کی Cook County Jail میں قید کے دوران جنم دیا۔ اس کو نومبر 2008 میں سات ماہ کے

حمل کی حالت میں گرفتار کیا گیا۔ عدالت میں پیشی کے دوران اسے ایمبولینس میں ہسپتال اس حال میں بھیجا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور

دونوں پاؤں جکڑے ہوئے تھے اور ایک زنجیر اس کے پیٹ کے دوران بھی تھی۔ ہسپتال پہنچ کر پیٹ کی زنجیر کھول دی گئی۔ دونوں پاؤں بیڑی میں تھے اور ایک ہاتھ کو بیڈ کے ساتھ زنجیر سے باندھ دیا گیا۔ ڈاکٹر اور نرس کے اصرار کے باوجود اس کو نہ کھولا گیا۔ نو گھنٹے اس حالت میں رہنے کے بعد بچی کی پیدائش کے لمحے اس کے پاؤں کھولے گئے مگر ہاتھ بندھا رہا[53]۔ یہ رپورٹ منظر عام پر آئی۔ اسی سال کی (CPT) کی رپورٹ میں کہا گیا کہ حاملہ خواتین کو جیل سے باہر ہسپتال میں طبی معائینے یا زچگی کے دوران ہتھکڑی یا بیڑی سے جکڑنا یا بستر یا کسی دوسرے فرنیچر کے ساتھ باندھ کر رکھنا مکمل طور پر نا قابل قبول ہے۔ اسے یقینی طور پر غیر انسانی اور تحقیر آمیز رویہ قرار دیا جا سکتا ہے [54]۔ اس رویہ کو (CPT) کے آرٹیکل 16 کی خلاف ورزی قرار دیا گیا۔ جس کے تحت ہر طرح کے تشدد، ظلم اور تحقیر آمیز رویہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ امریکہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی نے بھی بچے کی پیدائش کے دوران ہر طرح کی جکڑ بندی کی ممانعت کی ہے[55]۔

مغربی قوانین میں بے سہارا قیدی خواتین کے چھوٹے بچوں کے لیے ماں کے مشقت یا عدالتی مصروفیات کے دوران خیال رکھنے کے لیے نرسری اور تربیت یافتہ عملہ کا انتظام کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ جیلوں میں قیدیوں کے موذی امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود اس بات کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہوتا کہ پیدائش سے پہلے یا بعد میں بچے کو ماں کے امراض سے بچایا جاسکے۔ نیز ایسی اسیر ان کو مطلوبہ خوراک دی جائے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے زیر اہتمام ایک تحقیق میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو حاملہ خواتین ایڈز میں مبتلا ہوں ان میں وٹامن اے کی کمی اس مرض کو بچے میں منتقل کرنے کا اہم سبب بن جاتی ہے [56]۔ لہٰذا ماں اور بچے کی اضافی طبی و خوراک سے متعلق ضروریات کا احترام نہایت ضروری ہے۔ جبکہ اکثر جیلوں میں ماؤں کو زبردستی رضاعت سے روک دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ جیل انتظامیہ اس کو جیل کے معمولات میں رکاوٹ خیال کرتی ہے[57]۔ انٹرنیشنل قوانین)CPR(I میں درج ہے کہ ہر بچے کا پیدائش کے فورا بعد اندراج لازم ہے [58]۔ اسی طرح اقوام متحدہ نے (ICESCR) میں پیدائش کے دوران

قیدی ماؤں کی خصوصی نگہداشت پر زور دیا۔ [59] اسی طرح آرٹیکل نمبر 12 میں اس سے مزید وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح بچوں کے حقوق کے کنونشن میں آرٹیکل سات میں یہ اعادہ کیا گیا کہ بچے کا پیدائش کے فوراً بعد نام رکھا جائے اور اس کا اندراج کیا جائے۔ اس کی قومیت کا تعین کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کو اس کے والدین کے زیر کفالت رکھا جائے۔ بین الاقوامی قوانین میں رضاعت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی خواتین سے متعلقہ قانون سازی کے دوران ایسی تجاویز دی گئی ہیں جن پر عمل درآمد کر کے جیلوں میں موجود خواتین شیر خوار بچوں کی رضاعت کر سکیں۔ تاہم صرف ایسی صورت میں رضاعت کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی جب کہ رضاعت بچے کے مفاد میں نہ ہو۔ رضاعت کو ممکن بنانے کے لئے جیلوں میں خصوصی انتظامات کرنے کی تجاویز دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی والدہ اس کے قابل نہ ہو یا اپنی آزادانہ مرضی سے رضاعت نہ کرنا چاہے تو اس کو متبادل انتظام فراہم کرنے کی بھی ہدایات کی گئی ہیں۔ نیز یہ کہا گر بچے کو خشک دودھ کی غذا فراہم کرنی ہو تو اس صورت میں برتن، پانی اور دودھ سب حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہو[60]۔ اسی طرح ایک اور کنونشن میں درج ہے ریاست خواتین کو حمل یا رضاعت کے عرصے کے لیے پیدائش سے قبل اور بعد میں قید میں خصوصی نگہداشت مہیا کرے۔ نیز ان کی خصوصی خوراک بھی مہیا کی جائے[61]۔

(CPT) چھٹی کانگرس کے موقع پر جو ریزولیشن پاس ہوا اس میں بھی اس معاملہ کو اہمیت دی گئی[62]۔ حاملہ اور مرضعہ خواتین کی خانگی و معاشرتی ذمہ داریوں کے باعث ان کو قید کرنے سے منع کیا گیا۔ (CPT) کے ایک اور ریزولیوشن میں ناگزیر صورتحال میں انکی ضروریات اور خوراک کا خصوصی خیال رکھنے کی تاکید ہے [63]۔ انٹرنیشنل ریڈ کراس کمیٹی نے آئرن، وٹامن، منرل، کیلشیم اور فولک ایسڈ کے سپلیمنٹس فراہم کرنے کو بھی ضروری قرار دیا [64]۔ اسی طرح (CPT) کی آٹھویں کانگرس کے موقع پر یہ طے کیا گیا مجرموں کی مخصوص اقسام جیسا کہ حاملہ اور شیر خوار چھوٹے بچوں کی ماؤں کے لیے سزائے قید کا استعمال انتہائی محدود حد تک اور ناگزیر صورتحال میں ہونا چاہیے [65]۔ اس طرح کی خواتین کے لئے خصوصی نظر بندی کا انتظام کیا جائے۔ یورپین پریزن رولز میں بھی بچہ کی پیدائش جیل سے باہر کرنے، بصورت دیگر تمام ضروری انتظامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ [66]۔ قیدی عورتوں بالخصوص حاملہ اور مرضعہ نیز چھوٹے بچوں کی ماؤں کے حقوق کے تحفظ کے لیے خصوصی تحفظات تجویز کیے گیے ہیں۔ ایچ۔ آئی۔ وی۔ ایڈز یا دیگر سنگین جسمانی، ذہنی مرض یا معذوری میں مبتلا خواتین کو درج ذیل

سہولیات فراہم کرتے ہوئے بدیسی یا اقلیتی گروہوں کے ساتھ امتیاز نہ برتا جائے۔ یہ انتظامات قانون کے مطابق نیز جج یا دیگر ماہر فن کی آزادانہ اور غیر متعصبانہ رائے کے تحت نافذ کیے جائیں [67]۔ نیز یہ کہ تمام انسانی ہمدردی کے اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ خصوصی خوراک اور خصوصی رہائش کی تجویز ہے۔ اصول نمبر بائیس میں حاملہ اور مرضعہ خواتین کے لئے قید تنہائی کی شدت سے ممانعت کی گئی ہے۔ اگرچہ اس کے پہلے 1990 کے (CPT) میں حتی الامکان حاملہ اور مرضعہ خواتین کو قید کرنے کی ممانعت کی گئی ہے [68]۔ (International Jurists Comission) نے اس سے بھی زیادہ واضاحت کی کہ حاملہ خواتین کے عدم تشدد پر مبنی تمام جرائم کے لئے غیر حراستی سزا تجویز کی جائے۔ [69] حاملہ اور مرضعہ خواتین کی سزائے قید کو دوران قید ان کے مثبت رویے کی بنا پر بدلا یا ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔

قید کے قدیم مغربی نظریات میں گزرا ہے کہ وومن ریفار میٹریز کا خواتین قیدیوں کی نرم فطرت کے باعث ان کی اصلاح کے مقصد سے، ان کے عمل میں آیا۔ (QUNO) کے تحت تحقیق میں یہ درج ہے خاتون کی سزا میں اس کے مابعد اثرات کو بطور خاص پیشِ نظر رکھا جائے۔ اس تحقیق میں (UNITED KINGDOM) کی اپیل کورٹ میں لارڈ چیف جسٹس R.V.Mills[70] نے ایک فیصلہ دیا جس میں انہوں نے خواتین کے لئے سزائے قید کا تعین کرنے سے پہلے تین حقائق کا بغور جائزہ لینے کو ضروری قرار دیا۔ جسٹس ملز کے مطابق مختصر دورانیہ کی قید سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے۔[71] جبکہ دیگر معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں، لہٰذا قید کو اخری حل کے طور پر اختیار کیا جائے۔ جرم وسزا کے حوالےسے ویناڈیکلیریشن میں ریاستوں نے اس بات کو اپنی ترجیح بنانے کا اعادہ کیا کہ وہ جیلوں میں خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ قبل از سزا گرفتاری، اور الزامی قید کو متبادل انتظامات سے بدلیں گے [72]۔ اسی طرح اقوامِ متحدہ کی چھٹی کانگرس کے موقع پر بھی یہ قرار داد پاس کی گئی کہ خواتین کو قید کے متبادل سزا دی جائے۔[73]

اگرچہ متبادل سزا پر بہت زور دیا گیا ہے مگر جیلوں کی موجودہ صورتحال یہ ظاہر کرتی ہے کہ متبادل سزا کے انتظامات مناسب حد تک نہیں کئے جا رہے۔ مزید یہ کہ عدالتی نظام میں ہر معاملہ میں عورتوں کو مردوں پر قیاس کیا جاتا ہے، لہٰذا کئی جرائم جن میں عورتوں کے لئے متبادل سزا کا انتظام کیا جانا چاہیئے، مردوں پر قیاس کرتے ہوئے نہیں کیا جاتا۔ اقوام متحدہ کی چھٹی کانگرس میں متبادل طریقوں کو اختیار کرنے پر زور

دیا گیا۔ (UNSMR) میں اور یو کے کی (Corsten Report) میں زنانہ جیلوں کے مردانہ جیلوں میں فرق واضح کیا گیا ہے۔[74]

معاشرے کے جرائم پرور ماحول اور بے روزگاری کے باعث ہونے والے جرائم میں قید کے بجائے، ان کے مسائل پر گہرے غور وفکر، حل میں تعاون اور علاج کرنے کی ضرورت ہے۔ مجرم خواتین کی بڑی اکثریت خطرناک نہیں ہوتی۔ کیونکہ اکثر خواتین (ارادتاً) جرم نہیں کرتیں۔ مزید جیلوں میں ان کے لیے جرم کے حوالے سے کوئی موانع موجود نہیں ہیں۔ اس کے برعکس خواتین کی جیل میں رہائش کے سالانہ اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ مزید یہ کہ جرائم پر قابو پانے کا یہ نظام بلاواسطہ طور پر خاندانی نظام کے تباہ کرنے نیز بچوں کی نگہداشت اور پرورش کو ضائع کرنے اور ان افراد کی عملیت اور ذہنی صحت کو تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ خواتین کو جیلوں میں رکھنے کا مسلسل رجحان مطلوبہ فوائد سے عاری ہونے کے علاوہ معاشی اور معاشرتی نقصانات کا باعث بن رہا ہے۔ اس صورت میں بھی زنانہ جیلوں کے بجائے بیس سے تیس تک خواتین کے (Small Custodial Units) تجویز کئے گئے ہیں۔ ایک تحقیق میں کہا گیا ہے بدقسمتی سے محصور خواتین کے لئے خصوصی طور پر بہت ہی کم پروگرام مرتب کئے جاتے ہیں۔ تاہم یہ دیکھا گیا ہے کہ منشیات کی عادی خواتین کے لئے بنائے گئے خصوصی طبی پروگرام عام طور پر نظریہ سزا پر مبنی مردوں کے لئے ترتیب دیئے گئے پروگراموں کے مقابلے میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئے ہیں[75]۔ اسی مضمون میں بتایا گیا کہ اکثر خواتین غربت کی وجہ سے معاشی اور جنسی جرائم میں ملوث ہوتی ہیں۔ نیز کئی دوسرے عوامل بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ قید اور سزا کے نظام پر نئے سرے سے غور کیا جائے اور مردوں اور عورتوں کے لئے ان کے حالات، نفسیات، معاشرتی کردار اور مسائل کے مطابق سزاؤں کا تعین کیا جائے۔ انہوں نے جیل کے قیام کے دوران ان کے مختلف رویوں، سزاوں، رد عمل اور مختلف مسائل کے منفی اثرات کا ذکر کیا ہے نیز یہ رائے دی ہے کہ خواتین کی سزا یا بحالی کے لئے پروگرام بناتے وقت ان کی جنس اور معاشروں کے اختلافات کا خیال رکھا جائے۔ [76]اقوام متحدہ کی کمیٹیوں نے اقوام متحدہ کے اقل ترین معیار برائے قیدیان کے بعد بالخصوص خواتین کے لیے کئی قوانین کی سفارش کی ہے۔ 1979 میں خواتین کے حوالہ سے ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں خواتین کے خلاف ہر طرح کی ناانصافی کی ممانعت کی گئی [77]۔ اس قرارداد میں خواتین کے خلاف ہر طرح کی ناانصافی کو خواہ وہ روزگار، ملکی یا غیر ملکی معاملات، اولاد یا زوجین کے معاملات، عام زندگی یا سزا سے متعلق ہو، روکنے کی

ہدایات کی گئی ہیں۔ تاہم ان اصولوں میں بہتری کی گنجائش رہی۔ کیونکہ ان میں خواتین کے لئے ہر سطح پر برابری کے حق کا تقاضا کیا گیا ہے جبکہ ہر سطح پر خواتین کے کردار، ضروریات اور معاشرتی حیثیت کا خیال رکھے بغیر محض برابری خواتین کے حقوق مہیا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس کے بعد بھی قانون سازی جاری رہی۔ ان میں ٹوکیو رولز کے بعد غیر حراستی سزا پر مبنی بینکاک رولز نہایت اہم ہیں۔ تھائی لینڈ کی وزارتِ انصاف نے جولائی 2008 میں خواتین سے متعلق قوانین کی بہتری کے لئے ایک پراجیکٹ (Enhancing Lives of Female Inmates or ELFI) کے نام سے بنایا اور پھر مختلف ممالک کے تعاون سے بینکاک ریزولیوشن وجود میں آیا۔ اس میں گزشتہ تمام قوانین کو پیش نظر رکھتے ہوئے، نیز خواتین کے لئے آخری امکان کے طور پر سزائے قید کو استعمال کرنے کی صورت میں ضروری ہدایات کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ حتی الامکان غیر حراستی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ اس حوالہ سے ستر اصول مرتب کئے گئے ہیں جن میں خواتین کی جنسی، جسمانی اور معاشرتی حیثیت اور ضروریات کے مطابق اقدامات تجویز کئے گئے ہیں[78]۔ ان ستر اصولوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصہ میں عام اصولوں اور اطلاقات پر بات کی گئی ہے۔ جو تمام قیدی خواتین پر منطبق ہوتے ہیں خواہ وہ سزا یافتہ ہوں یا انڈر ٹرائل، خواہ کسی بھی قسم کی لاقانونیت یا جرم میں ملوث ہوں۔ دوسرے حصہ میں خاص اقسام کے قیدیوں پر بات کی گئی ہے مثلاً حاملہ، مرضعہ، مختلف النسل غیر ملکی یا اقلیتی خواتین۔ تیسرے حصہ میں غیر حراستی اقدامات کے حوالہ سے بات کی گئی ہے۔ مقدمے کی کسی بھی سطح پر، معمولی معاملات میں ملوث خواتین؛ نو عمر، حاملہ یا مرضعہ ہوں تو ان کے ساتھ غیر حراستی طریقوں سے معاملہ کیا جائے۔ چوتھے حصہ میں خواتین کی سزا سے متعلق تحقیقات، پلاننگ، تجزیات اور عوامی سطح پر آگاہی بڑھانے کے بارے میں بات کی گئی ہے تاکہ معاشرہ سے خواتین کے جرائم کی وجوہات کو ختم کیا جا سکے اور بچوں پر ماؤں کی قید کے برے اثرات کو روکا جا سکے[79]۔

ان اصولوں میں وہ تمام سہولیات ذکر کی گئی ہیں جو کہ درج بالا صفحات میں مختلف حوالوں سے ذکر کی گئی ہیں۔ اقوام متحدہ نے (The Prison Act) کو 1894 میں پاس کیا اور (UNSMR) 1977 میں طے کیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر قوانین بھی پاس ہوتے رہے۔ مگر بالخصوص خواتین کے حوالہ سے یہ ریزولیوشن 2010 پاس ہوئی۔ ساری دنیا میں اس بات کو تسلیم کرنے میں بہت وقت لگا کہ خواتین مردوں سے مختلف ہیں۔ اگرچہ یہ نہایت ضروری تھا کیونکہ خواتین

مردوں سے طبعی، جسمانی، نفسیاتی، اور معاشرتی حوالوں سے مختلف ہیں۔ لہٰذا جب مردوں کے لئے تجویز کردہ سزا کے نظام کو ان پر نافذ کیا جاتا ہے تو سزا کے مقاصد میں سے کوئی بھی حاصل نہ ہونے کے علاوہ ان پر مردوں سے کئی گنا زیادہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نیز ان خواتین کے علاوہ معاشرہ پر بھی اس سزا کے منفی اثرات اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں، جتنے مردوں کی قید سے مرتب ہوتے ہیں۔ کیونکہ خواتین مائیں ہیں۔ بچے اور پورا گھر ان پر منحصر ہوتا ہے۔ کم عمر بچیوں کی حراستی سزا سے ان کی اور ان کے خاندان کی آئندہ تمام زندگی متاثر ہوتی ہے۔ علم الجرائم کے ایک ماہر نے لکھا ہے کہ اس سب کے باوجود دنیا کے اکثر ممالک میں اصلاحات محض زبانی کلامی ہی ہیں۔ یہ عملی تب ہوں گی جب نظامِ جیل خانہ جات کی باقاعدہ اور مسلسل نگرانی کی جائے۔ یہ نگرانی مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہو۔ انگلستان میں جیلوں کے لئے علیحدہ انسپیکٹوریٹ قائم کیا گیا ہے جو کہ درست طور پر خود مختار ہے[80]۔ اس کے علاوہ انگلستان میں ماں اور بچے کے لئے سات مخصوص یونٹس بنائے گئے ہیں، جہاں وہ خواتین اسیر ہیں جن کے ساتھ بچے ہیں اس کے علاوہ خواتین کی چودہ جیلیں ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور ممالک میں بھی مثبت انتظامات کئے گئے ہیں[81]۔

بالعموم اسیر ان کو حقوق نہیں پہنچ رہے۔ اس کی تین وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ حکومتیں مکمل طور پر سہولیات کی فراہمی کے لئے وسائل کی کمی کا شکار ہیں۔ دوسرے جیلوں میں آبادی گنجائش سے زیادہ ہے۔ تیسرے جیل کا عملہ اسیر ان تک سہولیات نہیں پہنچاتا کیونکہ ان کے اندر یہ سوچ پیوست ہے کہ قیدیوں کو زیادہ سے زیادہ سزا دی جائے۔ لہٰذا موٴثر اور خود مختار نگرانی کے بغیر اسیر ان کو حقوق نہیں مل سکتے۔

نتائج تحقیق

1 خواتین کو شریعت اسلامیہ کی رو سے قید کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ان کی خصوصی ذمہ داریوں و ضروریات کو مد نظر رکھا جائے۔

2 پاکستان سمیت دنیا میں خواتین قیدیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

3 قیدی خواتین کے بنیادی انسانی حقوق و بنیادی نسائی حقوق کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

4 خواتین کی سزائے قید پاکستان اور دنیا بھر میں غیر ضروری معاملات میں بھی رائج ہے۔

5 قیدی خواتین کو پاکستان اور مغرب میں عملے کے برے رویے کا سامنا ہے
6 قیدی خواتین کے مسائل عدالتوں میں التوا کا شکار ہیں۔

سفارشات:۔

1 خواتین کی قید کو ناگزیر صورتحال میں اختیار کیا جائے۔ حتی الامکان اس سزا کو دیگر سزاوں سے بدلا جائے۔
2 خواتین قیدیوں کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کا نظام ترتیب دیا جائے۔
3 عدالتوں میں خواتین کے معاملات ترجیحی بنیادوں پر نمٹاءے جائیں۔
4 خواتین قیدیوں کو جیل کے عملے کی زیادتیوں سے بچانے کے لیے نگرانی کا نظام بنایا جائے۔
5 اکثر مسائل کو ججوں کے جیلوں کے ماہانہ دوروں پر ہی نمٹانے کا نظام تیز تر کیا جائے۔
6 قیدی خواتین کو عدالتی پیشیوں میں بروقت پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔

حوالہ جات و حواشی

[1] القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع الاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، 1964، جز:5، ص: 84

[2] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحدود، حد الزنا جز:3، ص:1316، رقم الحدیث:1690

[3] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا، جز: 3، ص:1323، رقم الحدیث : 1695

[4] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنا، جز: 3، ص: 1323، رقم الحدیث:1695

[5] الواقدی، محمد بن عمر، مغازی الواقدی، ج:2، ص :512

[6] حسن ابو غدہ، احکام السجن، ص:311

[7] Nicole Hahn Rafter, “ Prisons for Women, 1790-1980” *Crime and Justice* 5 (1983):135

[8] Ibid, p-11

[9]EstelleB Freedman, "*Their sisters keepers, women's prison Reform in America, 1830-1930*" (The University of Michigan 2009):11
[10]Mara Dougem, "One female prisoner is or more trouble than 20 male prisoners,1835-1896" *Journal of Social History* 32, No.4(1999): 914-915
[11] Nicole Hahn Rafter, Prison for Women, P-140
[12] P 141

[13] (Elizabeth Gurney Fry 1780–1845) ایک Quaker reformer ہیں۔ وکٹورین دور میں نظام جیل خانہ جات کے اولین مصلح ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ اور فلورنس نائٹ اینگل کے تعاون سے قیدیوں کی اصلاح وفلاح کے لیے قانون سازی بھی کرائی۔

Bill Samuel, " Elizabeth Gurney Fry: A Quaker Reformer" http/www.quakerinfo.com. last accessed January 2 2014.
[14]Estelle B Freedman, "There sister's keepers" p:23
[15]Ibid, p. 35
[16]Ibid,p. 43

[17](Elizabeth Buffum Chace 1806–1899) امریکہ کا ایک نہایت مؤثر، متحرک، انسانی حقوق اور انسداد غلامی کی تحریکات کی رکن نیز جیل خانہ جات کی اصلاح کی تحریکات کی روح رواں تھی۔ عورتوں کے ساتھ استثنائی سلوک کی مخالف تھی۔

Sephi Alen, "Abolutionist Suffragist and Philanthropist: The life and works of Reformar Elizabeth Buffum Chace" http/www.muse.jhu.edu. accessed march 2 2013.

[18](Charles Coffin 1823-1916) ایک Quaker Reformer ہیں یہ اور ان کی بیوی رہوڈا کا فن قیدی خواتین کے مصلح ہیں

Mary Coffin Johnson, "Charles F Coffin, A Quaker Pioneer" www.worldcat.org. last accessed March 3 2013.

[19](Rhoda Coffin 1826-1909) ایک Quaker Reformer ہیں۔ پینسلوینیا میں پیدا ہوئیں انڈیانا وومن ریفار میٹری کی قائم کرنے والی ہیں۔ انسانی حقوق اور قیدی خواتین اور بچوں کے حقوق کے لیے کام کیا۔

Elen D Swain, "From Benevolence to Reform: The Expanding Career of Mrs Rhoda M Coffin" www.jstore.org. May 3 2013
[20]Ibid, p. 59 ,60
[21] Nicole Hahn Rafter, "*Prisons for Women, 1790-1980*" P. 152

(Frank Tanne Baum 1893-1969)[22] آسٹریلیا میں پیدا ہوئے۔ 1905 میں امریکہ منتقل ہوئے۔ آسٹریلین، امریکن مؤرخ، ماہر معاشریات اور ماہر جرمیات ہیں۔ 15-1913 کے معاشی بحران کے دوران عالمی صنعتی مزدوروں کی تحریک کا صدر منتخب ہوا۔
www.Omics International, " FrankTanneBaum" research.omicsgroup.orgaccessed December 01, 2014.

(Katherine Bament Davis 1860-1935)[23] امریکن ماہر قانون جرم و سزا اور سماجی کارکن اور مصنفہ جس کے کام نے اٹھارویں صدی کے اختتام اور انیسیویں صدی کے آغاز میں امریکہ کی قانون اصلاحات پر گہرا اثر ڈالا۔
Editors of Encyclopedia Briatanicca, " Katherine Bament Davis" http www.britanicca.com/biography. Last accessed May 2 2013,

(Charlottee Perkins Gilman 1860-1935)[24] نسائی تحریک کی ایک اہم کردار، مصنف اور سوشلسٹ خاتون ہے۔
Pat harrison, "The Evolution of the Charlottee Perkins Gliman" http/www.redcliff.harvard.edu. last accessed May 2 2014.

(Emma Goldman 1869-1940)[25] روسی مملکت کے شہر کونوو میں پیدا ہوئیں۔ 1885 میں امیگریشن کے ذریعے امریکہ کے شہر نیویارک میں منتقل ہوئیں۔ 1893 میں پھر 1917 میں قید ہوئی۔ 1919 میں ان روس جلاوطن کر دیا گیا۔
Editores of Encyclopedia, " Emma Goldman" www.britancca.com. Biography. Last accessed March 4 2014.

[26]Estelle B Freedman, *"There sister's keepers"* p 109-125

(Akers born1939) [27] رونلڈز ایل ایکرس۔ انڈیانا، امریکہ میں پیدا ہوئے۔ امریکن کریمینالوجسٹ، 1966 میں سوشیالوجی میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد امریکہ کی مختلف یونیورسٹیز میں رہے۔ جرم کے معاشرتی رویوں کے بارے میں لکھا۔

Thomas J. Bernard, "Ronald Lkers"http://www.britannica.com/biography,March17,2014.

(Gary F Jensen)vanderbit[28] یونیورسٹی میں سوشیالوجی کا پروفیسر ہے۔ جرم کے سماجی پہلو پر اس کی کئی اہم کتب و مقالے ہیں
"Gary F Jensen" http://as.vanderbilt.edu/sociology/ accessed August 2 2013

(Esther Haffernan)[29] امن اور سماجی انصاف کے حوالے سے ایک معروف نام ہیں۔ ان کی کتاب, Making It in Prison: The Square, The Cool and The Life بہت معروف ہے۔ خواتین کی قید اور جیل کے حوالے سے انکا کام اہم ہے۔

"Sister Esther Haffernan" http://www.wisconsinacademy.org, accessed August 10 2013.

(Gene Girard Kassebaum)[30] کالج آف سوشل سائنس یونیورسٹی آف ایمیریٹس میں استاد ہیں۔ مشہور کتاب "women prison: sex and social structure" ہے۔ ان کے ساتھ دوسرا مصنف (David Andrew Ward) ہے۔

https://books.google.com.pk/books?id=lg3PMThurZ0C&redir_esc=y

[31] Timothy f Hartnagel and Merry Ellen Gillian, "Female prison and inmate code" *The Pacific Sociological Review* 30, No. 1 (1980): 104

[32] Megan Bastick ,Laurel Townhead, Women in Prison(A commentary on the UN Standard Minimum Rules for the Treatment of Prisoners)Human Rights and Refuges, Quaker United Nation Office Geneva, June 2008, p.v

[33] United Nation Standard Minimum Rules For The Treatment Of Prisoners, The united nation'sstandards, guidlienes and international instruments,http.www.uncjin.org.03-9-15

[34] Basic Principles and Practices on the Protection of Persons Deprived of Liberty in Americas, www.Refworld.org, Principle xiii,17-03-15

[35] State of Human Rights in 2010, Human Rights Comission of Pakistan , Lahore, p:96

[36] الترمذی، سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی اقامۃ الحد علی الاماء، جز:4، ص: 47، رقم الحدیث:1441

[37] ابو داؤد، سنن ابو داؤد، باب فی اقامۃ الحد عل المریض، جز:4، ص:161، رقم الحدیث،4473

[38] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الکبیر والمریض یجب علیہ الحد، جز: 2، ص: 859، رقم الحدیث: 2574

[39] الترمذی، سنن الترمذی، 1975، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درالحدود، جز:4، ص:33

[40] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن ودفع الحدود، جز: 2، ص:850 : رقم الحدیث 2545:

[41] البیہقی، السنن الکبریٰ، باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المومن، ج:8، ص:57

[42] الترمذی، سنن الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی دراء الحد عن المعترف اذا رجع، جز: 4، ص:36، رقم الحدیث: 1428

[43] ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، جز: 4، ص:145، رقم الحدیث: 4419

[44] الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،، باب فی بیان ماتظهر به الحدود عند القاضی، جز: 7، ص: 48

[45] ابو عبداللہ مالکی، محمد بن احمد، منح الجلیل شرح مختصر الخلیل، دار الفکر بیروت، 1989، باب فی النفقه بالنکاح، والملک، جز: 4، ص:400

[46] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب جنین المراءة وان العقل علی الوالد، جز: 9، ص :11، قم الحدیث: 6910

[47] رشید رضا، علامه، تفسیر المنار، باب: 233، جز: 2، ص: 330، الهیئة المصریة العامة للکتاب، 1990

[48] PPR RULE NO 322 ,
[49] PPR RULE NO 488,487
[50] PPR.RULE NO 323
[51] UNSMR .RULE No. 23
[52] Sadhbh Walshe, "Women are born free in the US but every where give birth in chains" The Guardian, June 6, 2012 , www.theguardian .com(accessed March 3, 2015.
[53] Andrea Hsu, *"Difficult Births: Laboring And Delivering In Shackles"* www.npr.org, July 16, 2010 Last access 03-20-2015
[54] CPT Standards, CPT/Inf(2000)13,10th General Report, Para 27
[55] Concluding Observations of the Human Rights Committee United States of America, 18 December 2006, CCPR/USA/CO/3/Rev.1 Paragraph 33 : Concluding Observations of the committee against Torture: United States of America 25 July 2006, CAT/C/USA/CO/2.paragraph 33
[56] Reyes, H" Women in prison and HIV" (World Health Organization, 2001):210.www.icrc.org.(accessed January15,2015)
[57] QUNO p.58
[58] General Assembly of United Nations, December 19 1966, "International Covenant on Civil and Political Rights" www.treatees .un.org (03-20-2015)
[59] "*International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights"* Resolution Adoptd on the reports of the third commette of United Nations, December 1966,Article 10(2)www.worldlli.org,(accessed, March 20,2015)
[60] ICRC(2004) Addressing the needs of Women Affected by Armed Conflict. p 121

[61]Convention on Elimination of All forms of Discrimination against Women, Article 12(2)
[62]Report of the Sixth UN Congress on the Prevention of Crime and Treatment of offenders, Resolution 9, Specific needs of women Prisoners, A/CONF.87/14/Rev.1,p 12-13, www.un.org.(accessed March 20, 2014)
[63] CPT Standards, CPT/Inf/E(2002) 1.Rev 2003.Women Deprived of their liberty. Para 26
[64] ICRC(2004) Addressing the Needs of women Affected by Armed Conflict , p 121
[65] Report of the 8th UN congress on the prevention of crime and Treatment of offenders,(1990).UN doc A/Conf.144/28/Rev 1,p.164
[66]EPR Rule No 34.3
[67] Principles and best practices , Principle 11
[68]UN Office on Drugs and Crime and the Organization for Security and Cooperation in Europe (2006) Crime Justice Assessment Toolkit , Non-Custodial and Custodial Measures :1,The Prison System , p.27
[69]International commission of Jurists (2004) Human Rights of women in conflict with the criminal justice system: submission to the committee on the Elimination of Discrimination against women p. 23
[70](R V Mills) کینیڈا کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ہیں۔ کینیڈین چارٹر آف رائٹس اند فریڈم کے حوالے سے ان کا کام ہے۔
"R.V.Mills" https://en.wikipedia.org/wiki/R_v_Mill. Last accessed September 6 2013.
[71]QUNO P 120
[72] Meeting the challenges of Twenty first Centaury 2000: para 26,Veinna Declaration on Crime and Justice, Adopted by the 10th UN Congress on the prevention of Crime and the Treatment of Offenders,2000: and endorsed by General Assembly Resolution 55/59 of 4 December 2000
[73]Report of the Sixth UN Congress on the Prevention of Crime and Treatment of offenders, Resolution 9, Specific needs of women Prisoners, A/CONF.87/14/Rev.1,p 12-13, www.un.org
[74]Corston ,J. (2007) The Corston Report: Executive Summary (Home Ofice)p:8
[75]Stephanie S. Covington and Barbara E. Bloom, "*Gender Responsive Treatment and Services in Correctional Settings*" by Women and Therapy Elaine Leedar, Editor,(2006)Vol.29,No ¾,p.10
[76] Ibid, p. 11
[77]Resolution 34/180 of 18 December 1979,Entry into force 3 September 1981,in accordance with Article 27(1)

---

[121] Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination against Women"Adopted and opened for signature, ratification and accession by General Assembly United Nations Rules for the Treatment of women prisoners and Non-Custodial Measures for Women Offenders (the Bangkok Rules) Resolution 2010/16 .

[79]Vitaya suriyawong and others*, "Good Practices on the Treatment of Women in Prison: A proposal for supplementary Rules for the Treatment of Women prisoners and non-custodial measures for women offenders"* European institute for Crime Prevention and Control , affiliated with the United Nations Publication No. 65, P.15. www.wunm.com

[80]Pat Carlen, "Women's Imprisonment: An Introduction to the Bangkok Rules*" The British Journal of Criminology*, , www.revistes.ub.edu, (accessed, April 07,2015)

[81]Good Practices on the Treatment of Women in Prison , p10